محمد شہباز
استاد، شعبۂ اُردو، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، سول لائنز، لاہور

# مشتاق احمد یوسفی کی نثر پر اقبال کے اثرات

**Muhammad Shahbaz**
Lecturer Department of Urdu, Government Islamia College, Civil Lines, Lahore.

## Impacts of Iqbal on Mushtaq Ahmad Yousufi's Prose

Mushtaq Ahmad Yousufi stands out in the tradition of Urdu humorous and satiric prose as a trend setter humour writer. His writings give an impression that he was very much influenced by the ideas of Iqbal as he has interspersed his writings with Iqbal's verses. In the following article, the writer has endeavoured to analyze influence of Iqbal on Mushtaq Ahmad Yousufi's prose with a research oriented and critical view.

**Key Words**: *Mushtaq Ahmad Yousufi, Humourist, Impacts of Iqbal, Parody, Persian Poetry .*

تاریخِ شعر و ادب میں علامہ اقبال (۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء) بلا شبہ ایک نابغۂ روز گار (Genius) کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اُنھوں نے اپنی دانش و حکمت کے طفیل نہ صرف اُردو ادب کی نام ور علمی و ادبی شخصیات کی ذہنی آبیاری کی، بل کہ اپنے آفاقی نظریات کی بہ دولت اہلِ مغرب کے عظیم الجثہ ادبا و شعرا کو بھی متاثر کیا۔ کہا جا سکتا ہے کہ اقبال کی شعری وراثت ہر دور کے تخلیق کاروں کے لیے کئی حوالوں سے مشعلِ راہ ثابت ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کی شخصیت اور فکر و فن کے اثرات اُن کے اپنے عہد سے لے کر تاحال محسوس کیے جاتے ہیں۔ بہ الفاظِ دیگر اقبال کی شعری روایت اِس قدر توانا و جان دار ہے کہ آنے والی ہر دور کی نسلیں فکرِ اقبال سے قوّتِ حیات کشید کرتی رہیں گی۔ وہ اِس لیے کہ اقبال کی شعری روایت نہ صرف روشن خیالی اور رجائیت کا عظیم المرتبت منبع ہے، بل کہ ممکنات و جستجو ایسی خصوصیات سے بھی معمور و بھرپور ہے۔[1] فطرتِ انسانی کا تقاضا ہے کہ انسان کسی بھی ادیب یا شاعر کی تخلیقات کا سنجیدگی و متانت سے مطالعہ کرنے کے بعد اُس سے کچھ نہ کچھ ذہنی اثرات ضرور قبول کرتا ہے۔ اِس پس منظر میں مشتاق احمد یوسفی (۱۹۲۳ء۔۲۰۱۸ء) کی مزاحیہ نثر میں جو تہذیبی، تاریخی اور سماجی نقوش اُبھرتے ہیں، اُن کا معتدبہ حصّہ دراصل اقبال کے فکری اثرات کا ہی مرہونِ منت ہے، تاہم اِس بات کا درست اندازہ یوسفی کی نثر پڑھ کر ہی کیا جا سکتا ہے کہ وہ فکرِ اقبال سے کس حد تک متاثر تھے۔

واضح رہے کہ مشتاق احمد یوسفی نہ صرف ایک رجحان ساز اور صاحبِ اُسلوب ظرافت نگار ہیں، بل کہ وہ طنز و مزاح کی امتیازی و جداگانہ روایت کے موجد و خاتم کا درجہ بھی رکھتے ہیں۔ اُردو ادب میں اُن کا مقام و مرتبہ اِس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ مزاحیہ ادب کی روایت ذکرِ یوسفی کے بغیر ہمیشہ ادھوری رہے گی۔ وہ اِس لیے کہ اگر اُن کا نام اُردو ادب کی طنزیہ و مزاحیہ روایت سے خارج کر دیا جائے تو مزاحیہ ادب کی ساری آب و تاب بے رنگ ہو جائے گی۔ یوسفی ایک ایسے مزاح نگار تھے، جن کے موے قلم سے شگفتگی و خوش رنگی کے اَن گنت حربے عالمِ وجود میں آنے کے لیے ہمہ وقت بے قرار رہتے تھے۔ اُنھوں نے اپنی نثر کو پُر اثر اور جان دار بنانے کے لیے کئی طرح کے فنی حربوں سے کام لیا ہے، تاہم دیگر وسیلوں کے جلو میں معروف شعرا کے نمائندہ اشعار کو اپنی نثر کا جزو بنا کر شوخی و مزاح کے رنگوں کو دو آتشہ بنانے کی روِش نے اُن کی نثر کو رنگینی و رعنائی سے ہم کنار کر دیا ہے۔ وہ کہیں مکمل اشعار اور کہیں مصرعوں اور کہیں شعری تراکیب کو اپنی نثر میں کچھ اِس انداز سے جذب کرتے ہیں کہ طنز و مزاح کا لُطف دوبالا ہو جاتا ہے۔ اِس ضمن میں اُن کے ہاں اشعار کے استعمال میں تحرّف و تصرّف کی کار فرمائی بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہے، جس کی بہ دولت اُن کی نثر میں تر و تازگی کا عنصر در آیا ہے۔ اوّلاً وہ اشعار کی متعینہ ہیئت کو توڑتے ہوئے اُس کی شکل و شباہت سے کھیلتے ہیں، پھر ایک آدھ لفظ کے تصرّف کی بہ دولت پیدا ہونے والی نئی صورت کو اپنے نفسِ مضمون سے ہم آہنگ بنا لیتے ہیں، جس سے مزاحیہ صورتِ حال جنم لیتی ہے۔ یوسفی کے ہاں لفظی و معنوی دونوں طرح کی تحریفات پائی جاتی ہیں، لیکن لُطف کی بات یہ ہے کہ شعر کا حُسن جُوں کا تُوں بر قرار رہتا ہے، جس سے قاری کی طبیعت دیر تک شاد رہتی ہے اور شعر کی ادبیت بھی مجروح نہیں ہوتی۔ غور طلب امر یہ ہے کہ شعری وسیلوں کو جزوِ تحریر بنانے کا رجحان یوسفی کے دیگر ہم عصر ادبا میں بھی پایا جاتا ہے، لیکن جس مہارت اور چابک دستی سے یوسفی نے اِس فنی حربے کو اپنی نثر میں پیوست کیا ہے، اُس کی نظیر پیش کرنا اگر ناممکن نہیں تو کم از کم کارِ دشوار ضرور ہے، وہ اِس لیے کہ یوسفی کی نثر میں اِس وسیلے کا اظہار دانستہ و نادانستہ دونوں طرح سے ہوا ہے، تاہم اُن کے ہاں یہ چلن زیادہ تر شعوری جہد و کاوِش کی کار گزاری معلوم ہوتا ہے۔ یوسفی کی نثر کے اِسی وصفِ خاص کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر بی بی رضا خاتون لکھتی ہیں:

> "یوسفی نے اشعار اور مصرعوں کے استعمال سے اپنی تحریروں میں حسن، معنویت اور تہہ داری پیدا کی ہے۔ وہ اشعار یا مصرعوں کا استعمال ایسا بر محل اور ایسی ہنر مندی سے کرتے ہیں گویا وہ شعر یا مصرعہ اسی سچویشن کے لیے لکھا گیا ہو، Quotability اُردو

غزل کا سب سے اہم وصف ہے۔ اِس طرح سے اشعار اور مصرعوں کے استعمال کے لیے ادبی ذوق، عمیق مطالعہ، قوی حافظہ، سخن شناسی و سخن فہمی اور فنی چابک دستی کی ضرورت ہے، جو یوسفی میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ ""(۲)

یوسفی نے اپنی نثر کو پُر اثر بنانے کے لیے اس میں کلاسیکی شعرا سے لے کر اُردو ادب کے جدید شعرا تک سبھی تخلیق کاروں کے نمائندہ اشعار کو اپنی نثر میں کمال خوبی سے کھپایا ہے، لیکن اُن کی نثری تخلیقات کے سرسری مطالعے سے ہی یہ بات قاری کے ذہن پر دستک دینے لگتی ہے کہ اُن کے ہاں علامہ اقبال کے اشعار کا استعمال ضرورت سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ اِس لیے یہ بات کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ یوسفی مزاح کے نشتر سے اقبال کی طرح بیداری کا کام لیتے ہیں۔ اِس روِش کی اساسی وجہ اُن کی علامہ اقبال سے والہانہ محبت و عقیدت ہے، جس کا اظہار اُنھوں نے اپنی نثر میں علامہ اقبال کے اشعار کو جزوِ تحریر بنا کر کیا ہے۔ یوسفی کی نثر کا مطالعہ کرتے ہوئے قاری کو قدم قدم پر احساس ہوتا ہے کہ فکرِ اقبال نے اُن کے ذہن و قلم کو جکڑ رکھا ہے، بل کہ بعض مقامات پر تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ خود بھی دانشِ اقبال کے سحر سے بے دخل نہیں ہونا چاہتے۔ یہی وجہ ہے کہ یوسفی کی جملہ تخلیقات علامہ اقبال کے اشعار و تراکیب سے سراسر لبریز دکھائی دیتی ہیں۔ یوسفی کی نثر میں فکرِ اقبال کا اظہار جن مختلف پہلوؤں سے ہوا ہے، اُس کا تذکرہ ذیل میں پیش ہے۔

مقدم سطح پر یوسفی نے اپنی نثر کی تاثیر و رعنائی کے ساتھ ساتھ تفکّر آمیز مزاح کو پروان چڑھانے کے لیے اقبال کے اشعار سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ یہ اشعار اُن کی نثر میں نہ صرف حسبِ حال معلوم ہوتے ہیں، بل کہ اپنے ہونے کا منطقی جواز بھی فراہم کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ اِن اشعار کے ذریعے یوسفی کے اعلیٰ شعری ذوق کا بھی پتہ چلتا ہے۔ مذکورہ اشعار کے استعمال میں یوسفی نے اِس امر کو بہ طورِ خاص ملحوظِ خاطر رکھا ہے کہ نثر میں ٹانکے گئے یہ اشعار فکری سطح پر نہ صرف تحریر کا ناگزیر جزو معلوم ہوں، بل کہ اُن کی موجودگی تحریر میں استدلالیت کے وصف کو نمایاں کرنے میں بھی مدد و معاون ثابت ہو۔ ملاحظہ کیجیے:

رنگ ہو یا خِشت و سنگ، چنگ ہو یا حرف و صوت
معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود (شامِ شعر یاراں، ص۷۶)(۳)

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار　　(شامِ شعرِ یاراں، ص۷۸)

گلۂ جفائے وفا نُما جو حرم کو اہلِ حرم سے ہے
کسی بُت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہَری ہَری　　(شامِ شعرِ یاراں، ص۱۲۳)

اِک جنوں ہے کہ با شعور بھی ہے
اِک جنوں ہے کہ با شعور نہیں　　(شامِ شعرِ یاراں، ص۱۴۳)

دیوِ اِستبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تُو اسے سمجھا ہے آزادی کی ہے نیلم پری　　(شامِ شعرِ یاراں، ص۳۱۴)

مکمل اشعار کے ساتھ ساتھ یوسفی نے اقبال کے مصرعوں کو بھی اپنی نثر کی زینت گاہ بنایا ہے۔ مصرعوں کے استعمال میں اُنھوں نے اِس امر کو خصوصی طور پر محلِ نظر رکھا ہے کہ نثر میں پروئے گئے مصرعے بے ساختہ معلوم ہوں، تاکہ تحریر میں روانی و برجستگی کا حُسن اکارت نہ ہو۔ اِس ضمن میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ وہ شعر کے دونوں مصرعوں میں سے بہ طورِ خاص ایسے مصرعے کا انتخاب کرتے ہیں، جو زیادہ معروف، کثیر المعنی اور حسبِ حال ہو۔ مصرع اوّل کی چند مثالیں دیکھیے:

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں　　(چراغ تلے، ص۷۷)[۴]

نہ تُو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے　　(چراغ تلے، ص۱۰۰)

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم　　(خاکم بدہن، ص۳۲)[۵]

جھپٹنا ، پلٹنا ، پلٹ کر جھپٹنا　　(خاکم بدہن، ص۹۶)

دیکھیے اِس بحر کی تہ سے اُچھلتا ہے کیا　　(شامِ شعرِ یاراں، ص۲۳۴)

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں!　　(شامِ شعرِ یاراں، ص۲۴۱)

بعینہٖ مصرع دوّم کے چند نمونے بہ طورِ مثال پیش ہیں:

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی　　(چراغ تلے، ص۵۲)

ہم وفادار نہیں تُو بھی تو دل دار نہیں　(چراغ تلے،ص۸۲)

لہو گرم رکھنے کا ہے اِک بہانہ　(چراغ تلے،ص۹۶)

اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز　(آبِ گم،ص۷۷)(۶)

سمجھو وہیں ہمیں بھی دل ہو جہاں ہمارا　(آبِ گم،ص۱۶۷)

ہے کہاں روزِ مکافات اے خدائے دیر گیر؟　(آبِ گم،ص۱۷۴)

ہم اُس کے پاسباں ہیں ، وہ پاسباں ہمارا　(آبِ گم،ص۲۲۹)

یہ ناداں کر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا!　(شامِ شعر یاراں،ص۱۹۲)

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی　(شامِ شعر یاراں،ص۳۵۰)

اُردو طنز و مزاح کی روایت میں تحریف نگاری(Parody) کو خاص مقام حاصل رہا ہے۔یوں بھی تحرّف و تصرّف طنزیہ و مزاحیہ ادب کا ایک ایسا کارگر حربہ ہے ، جس سے بڑے بڑے نام ور مزاح نگاروں نے استفادہ کیا ہے۔بیان کیا جاتا ہے کہ اصل متن میں تحریف و تصرّف جس قدر معمولی نوعیت کا ہو گا، تحریف کی قدر و قیمت اُسی قدر ارفعیت کی حامل سمجھی جائے گی۔(۷)یوسفی کی نثر کا مطالعہ کرتے ہوئے تحریف نگاری کے ضمن میں اُن کا ذہن دیگر ہم عصر مزاح نگاروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ وسعت آشنا معلوم ہوتا ہے۔وہ اشعار اور مصرعوں کو ''نثر یا کر''،یعنی نثر میں تحلیل کر کے اپنے مزاح کو پُر قار بنانے میں خاص مہارت رکھتے ہیں، گویا وہ اپنے شعر یا مصرعے یا شعری تراکیب کو چھینٹ کر اپنی نثر میں کچھ اِس کاریگری سے سموتے ہیں کہ ایسا باید و شاید ہی کسی اور سے بن پڑے ۔اِس ضمن میں کہیں وہ شعر یا مصرع کے الفاظ کو مِن و عَن اور کہیں اُس میں کمی بیشی کرتے ہوئے مزاح کو فروغ دیتے ہیں۔لفظی تصرّف کے ضمن میں وہ کبھی تو یک حرفی، کبھی دو حرفی اور کبھی تین حرفی تصرّف کرتے ہوئے مزاح کی جوت جگاتے ہیں، لیکن یک حرفی تحریف کی صورت میں یوسفی کے ہاں بے ساختگی و برجستگی کا ہُنر عروج پر دکھائی دینے لگتا ہے۔علاوہ ازیں لفظی تضاد کے حامل متضاد الفاظ کے ذریعے بھی وہ تحریف و تصرّف کا بھرپور حق ادا کرتے ہیں۔اِس حوالے سے یوسفی ایسے محرّف نگار (Prosodist)(۸) نے اپنی نثر میں تحریف نگاری کی بہترین مثالیں پیش کرتے ہوئے کلامِ اقبال کو اپنی نثر کا غازہ بنا دیا ہے۔یوسفی کا یہ وصفِ خاص اِس قدر مقبول ہوا ہے کہ اب اِس چیز کا تصوّر ہی قاری کو کھلکھلانے پر مجبور کر دیتا ہے۔بلا مبالغہ یوسفی کے ہاں منثورانہ بیان میں اقبال کے مصرعے

انگوٹھی میں نگینے کی مانند جڑے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔[9] بلاشبہ یوسفی نے اقبال کے اشعار کو مزاح کی نمو کے لیے ایک حربے (Tool) کے طور پر استعمال کرتے ہوئے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کس طرح ایک خلاّق ذہن کا مالک فن کار سنجیدہ اشعار سے مزاح کا رس کشید کر سکتا ہے۔ راقم نے تحریف شدہ مصرعوں کے ساتھ اصل اشعار کو بھی ذیل میں درج کر دیا ہے، تاکہ تفہیم کا عمل تعطّل کا شکار نہ ہو اور اشعار کے تحرّف تصرّف سے پوری طرح حظ اُٹھایا جا سکے۔ ذرا دیکھیے کہ یوسفی کس چابک دستی سے سنجیدہ و متانت آمیز اشعار کو بھی یوسفیانہ پھلجھڑیوں میں بدل کر خندۂ زیرِ لبی کی صورت پیدا کرتے ہیں:

نبض پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو (چراغ تلے، ص۲۲)

تھے تو آبا وہ تمھارے ہی ، مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو ! [10]

جس میں کاہل بھی ہیں، غافل بھی ہیں، ہشیار بھی ہیں (چراغ تلے، ص۱۱۹)

ان میں کاہل بھی ہیں، غافل بھی ہیں، ہشیار بھی ہیں
سیکڑوں ہیں کہ ترے نام سے بیزار بھی ہیں (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۱۹۴)

"تن" کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں (چراغ تلے، ص۱۳۸)

من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے، آتا ہے دھن جاتا ہے دھن (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۶۷)

چائے کی پتی سے گھٹ سکتا ہے عورت کا شکم (چراغ تلے، ص۱۴۱)

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۴۴)

ہزاروں سال نرگس جن کی بے نوری پہ روتی ہے (خاکم بدہن، ص۳۴)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ وَر پیدا (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۲۹۹)

| | |
|---|---|
| نہ کوئی خندہ رہا اور نہ کوئی خندہ نواز | (زرگذشت، ص۱۰)[۱۱] |
| ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز | |
| نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز | (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۱۹۳) |
| کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں ؟ | (زرگذشت، ص۱۸۷) |
| فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں | |
| کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں | (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۲۳۰) |
| مردِ دانا پر کلامِ گرم و گنجلک بے اثر | (آبِ گم، ص۸۱) |
| پھول کی پتّی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر | |
| مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر | (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۴۴) |
| اسپ کی اِک جست نے طے کر دیا قصّہ تمام | (آبِ گم، ص۱۲۸) |
| عشق کی اِک جست نے طے کر دیا قصّہ تمام | |
| اِس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں | (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۵۵) |
| آگ "تکفیر" کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں | (آبِ گم، ص۲۵۸) |
| آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں | |
| زندگی مثلِ بلالِ حبشیؓ رکھتے ہیں | (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۱۹۶) |
| ہم سے کب پیار ہے، ہمشیر تمھیں پیاری ہے | (آبِ گم، ص۳۱۶) |
| کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے | |
| ہم سے کب پیار ہے، ہاں! نیند تمھیں پیاری ہے | (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۲۲۹) |
| کارِ جواں دراز ہے، اب مرا انتظار کر | (آبِ گم، ص۳۴۷) |
| بہشت سے مجھے حکمِ سفر دیا تھا کیوں | |
| کارِ جہاں دراز ہے، اب مرا انتظار کر | (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۴۷) |
| خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری سزا کیا ہے؟ | (شامِ شعرِ یاراں، ص۱۵۴) |

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۸۴)
شوہرِ نامدار کو اور بھی نامدار کر (شامِ شعریاراں، ص۱۶۴)
روزِ حساب جب مرا پیش ہو دفترِ عمل
آپ بھی شرمسار ہو، مجھ کو بھی شرمسار کر (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۴۸)
سوادِ رومتہ الکبریٰ میں بیوی یاد آتی ہے (شامِ شعریاراں، ص۱۷۰)
سوادِ رومتہ الکبریٰ میں دلّی یاد آتی ہے
وہی عبرت و عظمت، وہی شانِ دل آویزی (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۷۴)
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
اُن کی سرکار میں پہنچے تو سبھی شیر ہوئے (شامِ شعریاراں، ص۱۷۶)
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۱۹۳)
مزاجِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقریریں (شامِ شعریاراں، ص۲۳۸)(۱۲)
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا!
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۰۱)
یہی کچھ ہے قاری متاعِ فقیر (شامِ شعریاراں، ص۲۵۰)
یہی کچھ ہے ساقی متاعِ فقیر
اسی سے فقیری میں ہوں میں امیر (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۴۵۳)
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود تمام
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز (شامِ شعریاراں، ص۲۸۵)
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نوازا (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۱۹۳)
ہے جُرمِ تجرّد کی سزا عقدِ مفاجات (شامِ شعریاراں، ص۲۹۸)

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جُرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۴۸۷)
بکرے کی آنکھ سے اُنھیں دیکھا کرے کوئی (شامِ شعریاراں، ص۳۱۷)
نظّارے کو یہ جُنبشِ مژگاں بھی بار ہے
نرگس کی آنکھ سے تجھے دیکھا کرے کوئی (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۱۲۸)
حوروں کو شکایت ہے کہ مختاط ہے مومن! (شامِ شعریاراں، ص۳۲۸)
کہتے ہیں فرشتے کہ دل آویز ہے مومن
حوروں کو شکایت ہے، کم آمیز ہے مومن! (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۵۵۸)

یوسفی نے اشعار اور مصرعوں کے بر محل استعمال کے ساتھ ساتھ علامہ اقبال کی شعری تراکیب کو بھی اپنی نثر میں گوندکر مزاح کے رنگ بکھیرے ہیں۔ یوسفی کا کمال یہ ہے کہ وہ زبان زدِ عام اشعار کی معروف تراکیب کو کچھ اِس مہارت سے اپنی نثر میں تحلیل کرتے ہیں کہ تفکّر و انبساط باہم آمیخت ہو کر اُن کے مزاح کو اعلیٰ معیار کا حامل بنادیتے ہیں۔ راقم نے ابہام سے بچنے کے لیے نثر میں تحلیل کردہ اقبال کی شعری تراکیب کے اصل اشعار کو بھی ذیل میں درج کر دیا ہے، تاکہ یوسفی کی اِس فن کارانہ مرصّع کاری سے کماحقہ لُطف اُٹھایا جاسکے۔ ملاحظہ ہو:

"ہر چند کہ اس میں گردان نہیں تھی، لیکن مقاماتِ آہ وفغاں کہیں زیادہ نکلے۔" (آبِ گم، ص۲۲)

"تاہم جو مقاماتِ آہ وفغاں میں انھیں اپنی ناقص اُردو میں نہیں سمجھا پاتا تھا۔" (شامِ شعریاراں، ص۲۵۹)

اگر کھو گیا اِک نشیمن تو کیا غم
مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۹۰)

"دوسرے ہی دن اُنھوں نے جوتوں میں پَون اِنچ موٹا تلا لگوالیا اور اونچی باڑھ کی ٹوپی پہننی شروع کر دی، جس سے قد تو خیر کیا بڑھتا، البتہ خودی اتنی بلند ہوگئی کہ ہم نے اُنھیں بادشاہی مسجد کے دروازے سے بھی جھک کر نکلتے دیکھا۔" (خاکم بدہن، ص۹۶)

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا ہے (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۸۴)

"یعنی پروفیسر کا"موازنہ ٹی۔ایس۔ایلیٹ و شیخ امام بخش ناسخ"، جس میں اُنھوں نے مولے کو شہباز سے لڑایا تھا۔"(خاکم بدہن، ص۱۰۳)

"ین مدح میں اگر قدح و تنقیص کا مقام آہی جائے تو اپنے مولے کو شہباز سے لڑا کر لہولہان نہیں ہونے دیتیں۔"(شامِ شعر یاراں، ص۳۸۰)

اُٹھا ساقیا پردہ اس راز سے
لڑا دے ممولے کو شہباز سے　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۴۵۱)

"اس سے پہلے کہ سبزۂ نَورُستہ برف کا کفن پہن کر سو جائے، چناروں کی آگ سرد اور قہوہ خانے ویران ہو جائیں۔"(خاکم بدہن، ص۱۵۷)

"جسے پروفیسر قاضی عبدالقدوس کبھی گھانس، کبھی دُوب اور چائے کے ساتھ گلاب جامن کھانے کے بعد سبزۂ نَورُستہ کہتے تھے۔"(شامِ شعر یاراں، ص۲۶۰)

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۲۶۶)

"محمود و ایاز کا ایک ہی صف میں بیٹھ کر پلاؤ کھانا بھی""ڈِٹ اینڈ انسپیکشن"کا حصّہ ہے۔"(آبِ گم، ص۹۲،۹۳)

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۱۹۳)

❁"یہ پائنتی ٹنگا تھا تا کہ رات کو سونے سے پہلے اور صبح اُٹھنے کے بعد آئینۂ ایام میں اپنی ادا دیکھ سکیں۔"(چراغ تلے، ص۴۵)

ہیں تیرے تصرّف میں یہ بادل، یہ گھٹائیں
یہ گنبدِ افلاک، یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ یہ صحرا، یہ سمندر یہ ہوائیں
تھیں پیشِ نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں
آئینۂ ایّام میں آج اپنی ادا دیکھ!　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۴۶۱)

"لُو چلنے لگے تو اسے پان میں تر کر کے عربوں کے غُترہ و عقال کی طرح سر پر ڈال لیتے۔ حلقۂ یاراں میں بریشم کی طرح نرم ہوں۔" (زرگزشت، ص ۶۳)

"لقۂ یاراں میں جب وہ خوش گفتاری پر آتے تو ڈمپل ان کے رُخسار ہی میں نہیں، فقروں میں بھی پڑتا تھا۔" (آبِ گم، ص ۹)

"دانتے کہتا ہے کہ جہنم کا گرم ترین طبق ان لوگوں کے لیے ریزرو یعنی مخصوص ہو گا جو معرکہ حق و باطل میں غیر جانبدار رہے۔" (شامِ شعر یاراں، ص ۷۴)

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۵۵۸)

"وہ اپنے تمام معمولات اور فرائضِ منصبی و غیر منصبی حالتِ سجود ہی میں ادا کرنے کے عادی و خُوگر ہو گئے ہیں۔ یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقتِ قیام آیا۔" (آبِ گم، ص ۱۴)

یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محرابِ مسجد پر
یہ ناداں گر گئے سجدوں میں جب وقتِ قیام آیا　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۳۸۶)

"علامہ اقبال نے اُن شاعروں، صورت گروں اور افسانہ نویسوں پر بڑا ترس کھایا ہے، جن کے اعصاب پہ عورت سوار ہے۔" (آبِ گم، ص ۱۳۷)

"ہماری نسل تو ترستی پھڑکتی ہی بوڑھی ہو گئی۔ اس زمانے میں طوائف ادب اور اعصاب پر بری طرح سوار تھی۔" (آبِ گم، ص ۲۲۸)

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ، بے چاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۶۴۰)

"میں سمجھتا ہوں کہ اچھا اور سچا فن کار، اس سے بھی بڑے معجزۂ فن پر قادر ہے۔" (شامِ شعر یاراں، ص ۷۷)

"فن کار سنگ و خشت سے اپنے خواب کی تعبیر کو تعمیر کرتا ہے۔" (شامِ شعر یاراں، ص ۸۰)

رنگ ہو یا خِشت و سنگ، چنگ ہو یا حرف و صوت
معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۴۲۱)

"بہر صورت مقصود و مطلوب ذاتی مفاد و نشاط ٹھہرے۔" (شامِ شعر یاراں، ص۱۹۳)

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۴۳۲)

"اگر یہ سچ ہے کہ "شاعری جزویست از پیغمبری" تو ہر وہ شاعر جو اپنے پیغام کو خوف یا مصلحت کے باعث مسخ کرتا یا خاموش رہتا ہے۔" (شامِ شعر یاراں، ص۱۵۹)

"مولانا نے بالاعلان یاد دلایا کہ شعر و ادب تو "جزویست از پیغمبری" ہے۔" (شامِ شعر یاراں، ص۴۰۷)

کہہ گئے ہیں شاعری جزویست از پیغمبری
ہاں سنا دے محفلِ ملّت کو پیغامِ سروش　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۲۱۶)

"احمد خاں نے ایک مایوس، مضمحل اور منفعل قوم کو جو جنگ ہی نہیں، ہمت بھی ہار چکی تھی ایک ولولۂ تازہ اور اُمید کا پیغام دیا۔" (شامِ شعر یاراں، ص۱۹۲)

"جس سے شاعر کے دل میں اور زیادہ خراب شعر کہنے کا شوق اور ولولۂ تازہ پیدا ہوتا ہے۔" (شامِ شعر یاراں، ص۲۷۶)

اِک ولولۂ تازہ دیا میں نے دلوں کو
لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۵۳۵)

"زراعتی تجربے کے دوران جہاں جہاں عقل محوِ تماشائے لبِ بام رہی، وہاں جوشِ نمرود بے خطر گلزارِ خلیل میں کود پڑا۔" (خاکم بدہن، ص۸۲)

"وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ آتشِ نمرود میں بے خطر کُودنے سے کہیں زیادہ خطرناک کام نمرود کے شجرۂ نسب میں کود پڑنا ہے۔" (آبِ گم، ص۵۱)

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۱۰)

"عملِ مزاح اپنے لہو کی آگ میں تپ کر نکھرنے کا نام ہے۔" (چراغ تلے، ص۱۳)

ہے شباب اپنے لہو کی آگ میں جلنے کا نام
سخت کوشی سے ہے تلخِ زندگانی انگبیں　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۴۴۸)

"آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض عورتیں شاعر کی نصیحت کے مطابق وقت کو پیمانۂ امروز و فردا سے نہیں ناپتیں، بلکہ تاریخ و سنہ اور واقعات کی ترتیب کا حساب اپنی یادگار زچگیوں سے لگاتی ہیں۔" (چراغ تلے، ص۲۸)

تُو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں پیہم دواں، ہر دم جواں ہے زندگی　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۲۸۷)

"مرزا عبدالودود بیگ نے اِس راز کو فاش کیا (ہر چند کہ طلبہ اسے کھولا نہیں کرتے) کہ شقی القلب ممتحن بھی سن ہی سے قابو میں آتے ہیں۔" (چراغ تلے، ص۷۳)

اِس راز کو اِک مردِ فرنگی نے کیا فاش
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۶۶۰)

"قصہ مختصر چند ہی مہینوں میں اس طائر لاہوتی نے گھر کا وہ نقشہ کر دیا کہ اسے دیکھ کر وہی شعر پڑھنے کو جی چاہتا تھا، جو قدرے مختلف حالات میں حسنہ پری نے حاتم طائی کو سنایا تھا۔" (چراغ تلے، ص۱۱۰)

اے طائرِ لاہوتی! اُس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۸۵)

"اس زمانے میں یہ عقیدہ عام تھا کہ دانا مرد، عورتوں کو "گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے۔" (چراغ تلے، ص۱۳۷)

جمہوریت اِک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۶۶۱)

"خوگرِ ہجو کے شب و روز اب آلو کی تعریف و توصیف میں بسر ہونے لگے۔" (خاکم بدہن، ص۷۴)

اے خدا! شکوۂ اربابِ وفا بھی سُن لے
خُوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلا بھی سُن لے　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۱۹۰)

"ردشِ ایام کو اپنے بچپن کے پیچھے دوڑاتے دواڑتے لگام کھینچی۔" (خاکم بدہن، ص۷۵)

ہاں دکھا دے اے تصوّر پھر وہ صبح و شام تُو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایاّم تُو　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۵۳)

❁ "رائی زورِ خودی سے پربت بن چکی تھی۔" (خاکم بدہن، ص۹۶)

رائی زورِ خودی سے پربت
پربت ضعفِ خودی سے رائی　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۸۳)

"ہرچند کہ یہ کمالِ نَے نوازی ہمارے کچھ کام نہ آیا۔" (خاکم بدہن، ص۱۹۰)

وہی میری کم نصیبی، وہی تیری بے نیازی
مرے کام کچھ نہ آیا یہ کمالِ نَے نوازی　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۵۴)

"تاہم کچھ جڑیں، چند شاخیں، چند شگوفے کہ مرجھا چلے تھے، اُمیدِ بہار میں شجر انا سے پیوستہ رہ گئے۔" (زرگذشت، ص۸)

ملّت کے ساتھ رابطہ اُستوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے اُمید بہار رکھ!　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۲۷۸)

"البتہ مسلمانوں پر اپنی جمع جتھا سیونگ بینک اکاؤنٹ میں جمع کرانے پر کوئی پابندی نہیں تھی: اور بیچارے مسلماں سے فقط وعدۂ سود!۔" (زرگذشت، ص۲۸)

قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملیں حُور و قصور
اور بیچارے مسلماں کو فقط وعدۂ حُور　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۱۹۴)

"عَین غیبت میں اگر وقتِ نماز آ جائے، تو اسی کو فرش پر قبلہ رُو بچھا کر سر بسجود ہو جاتے اور رب کا شکر ادا کرتے، جس نے انسان کو قوتِ گویائی عطا کی۔" (زرگذشت، ص۶۳)

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز
قبلہ رُو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۱۹۳)

"لیکن اس میں ہی جو کچھ ان کی چشمِ تماشا نے دیکھا وہ ہمارے لب پر نہیں آ سکتا۔" (زرگذشت، ص۲۷)

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے، لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۲۲۲)

"تیغ تو تیغ ہے ہم توپ سے لڑ جاتے تھے! بلکہ اس میدان کے مردِ کہن سال چچا ابتسام بیگ کی صوبائی عصبیت کی کھلم کھلا مذمت کرتے کہ "بڈھا ہو گیا پر ٹھَرک' نہیں نکلی۔" (زرگذشت، ص۴۷)

تجھ سے سرکش ہُوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے ، ہم توپ سے بھی لڑ جاتے تھے　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۱۹۲)

"ہماری بربادیوں کے مشورے آسمانوں کے علاوہ دفتر میں بھی ہو رہے تھے، جو کہیں زیادہ خطرناک صورتِ حال تھی۔"(زرگذشت، ص۲۴۶)

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۱۰۰)

"عشق جب آدابِ خود آگاہی سکھاتا ہے تو دیوانے بھی ہشیار ہو جاتے ہیں۔"(زرگذشت، ص۲۸۵)

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کھُلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۸۵)

"یہ ہیں درویش بے ریا وریش برادرم منظور الٰہی شیخ (مصنف دَرِ دلکشا اور سلسلۂ روز و شب) جو پُرسشِ حال کے لیے بصرف کثیر لاہور سے لندن انٹرنیشنل کال بھی کریں تو پہلے علالت و عیادت سے متعلق فارسی اشعار سناتے ہیں۔"(آبِ گم، ص۲۲)

سِلسِلۂ روز و شب ، نقشِ گرِ حادثات
سِلسِلۂ روز و شب ، اصلِ حیات و ممات　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۴۱۹)

"ات میں وزن اور وقار پیدا کرنے کی غرض سے پہلے اپنی ٹھوڑی پر اِس طرح ہاتھ پھیرتے گویا وہاں ٹیگور جیسی داڑھی ہے جو منت پذیرِ شانہ ہے۔"(آبِ گم، ص۱۸۱)

گیسوئے اُردو ابھی منّت پذیر شانہ ہے
شمع یہ سودائیِ دلسوزیِ پروانہ ہے　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۵۷)

"مگر یہ بھی صحیح ہے کہ اب ویسے قدردان بھی نہیں رہے۔ نہ وہ غزنوی میں مذاق۔"(آبِ گم، ص۲۳۳)

نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں، نہ وہ حُسن میں رہیں شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی، نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۱۳)

"سب کے اوپر افسر بنانا چاہتا ہوں۔ پر میں نے عرض داش کی کہ اکبری سروری اسی کی ذات کو زیبا ہے۔"(آبِ گم، ص۲۶۹)

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اِک وہی، باقی بتانِ آذری (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۲۹۰)

"وہ مُستغنی الاحوال نہیں ہو سکتا۔ وہ جاوداں، پیہم رواں، ہر دم جواں زندگی کا عکاس، نقاش اور صورت گر ہے۔"(شامِ شعر یاراں، ص۸۱)

تُو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں پیہم دواں، ہر دم جواں ہے زندگی (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۲۸۷)

"عملی سیاست اور realpolitik میں منزل انہیں کو ملی، جو چانکیہ کا ارتھ شاستر اور میکاولی کی The Prince پڑھے بغیر اُن کے وضع کردہ قوانینِ جہاں داری اور جہاں گیری و جہاں بانی پر instinctively یعنی جبلی طور پر عمل پیرا تھے۔"(شامِ شعر یاراں، ص۱۰۷)

جہاں بانی سے ہے دشوار تر کارِ جہاں بینی
جگر خوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۲۹۸)

"کوشش کے باوجود بے مہریِ اربابِ ادب کا گلہ اور حکایتِ لغت نویسی دراز سے دراز تک ہو گئی۔"(شامِ شعر یاراں، ص۱۳۹)

اے خدا! شکوۂ اربابِ وفا بھی سُن لے
خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سُن لے (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۱۹۰)

"کسی دانائے رازِ درونِ خانہ کا قول ہے کہ شادی ایک ایسی رومینٹک کہانی ہے، جس میں ہیرو پہلے ہی باب میں فوت ہو جاتا ہے۔"(شامِ شعر یاراں، ص۱۶۴)

خودی کیا ہے، رازِ دُرونِ حیات
خودی کیا ہے، بیداریِ کائنات (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۴۵۵)

"پکی عمر سے ہماری مراد ہے عمر یاس و ہراس کو پہنچے ہوئے سادہ دل بندے۔"(شامِ شعر یاراں، ص۱۷۰)

خداوندا تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیّاری ہے، سُلطانی بھی عیّاری (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۷۲)

"نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پر سوز اور جذبات گھوڑے کے سے اور یہ جو ننانوے فیصد کی قید ہم نے لگائی ہے تو دانستہ ہے۔" (شامِ شعر یاراں، ص۱۵۳)

نِگہ بلند، سُخن دل نواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۸۰)

کہیں کہیں یوسفی کے ہاں ایک جملے میں دو الگ الگ اشعار کی تحلیل کا عمل بھی کارفرما دکھائی دیتا ہے۔ ایک مثال ملاحظہ کیجیے:

"مکیش ۱۹۳۸ء سے انگلستان میں سکونت پذیر ہے اور لہو گرم کرنے کے اینگلو سیکسن طریقے اور رازِ درونِ لحاف سے ضرور واقف ہو گا۔" (شامِ شعر یاراں، ص۳۳)

جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۴۹۵)

خودی کیا ہے، رازِ دُرونِ حیات
خودی کیا ہے، بیداریِ کائنات (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۴۵۵)

کہیں کہیں وہ نثری انداز میں پورا مصرعہ حرف بہ حرف بغیر کسی ترمیم واضافہ کے اپنی تحریر میں کھپا جاتے ہیں

"عمر رسیدہ پیش روز بانِ حال سے کہہ رہے ہیں کہ اس کے آگے مقاماتِ آہ وفغاں اور بھی ہیں۔" (چراغ تلے، ص۱۱)

اگر کھو گیا اِک نشیمن تو کیا غم
مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۹۰)

"اور اگر ژاں پال سارتر کی مانند "دماغ روشن و دل تیرہ و نگہ بیباک" ہو تو جنم جنم کی یہ جھنجلاہٹ آخر کار ہر بڑی چیز کو چھوٹی دکھانے کا ہنر بن جاتی ہے۔" (چراغ تلے، ص۱۳)

یہی زمانۂ حاضر کی کائنات ہے کیا
دماغ روشن و دل تیرہ و نگہ بے باک (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۹۴)

"ہمارا ذریعہ معاش ہی نہیں، بلکہ ہر اعتبار سے غالب و کار آفریں، کار کُشا، کار ساز ثابت ہو گا۔"
(زر گذشت، ص۳۲)

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں ، کار کُشا کار ساز (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۴۲۴)

"حجرے کے سامنے اس کھد بداتی دلدل میں دس بارہ لڑکے اور مینڈک مثالِ صورتِ خورشید "اِدھر ڈُوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈُوبے اِدھر نکلے۔"(زر گذشت، ص۹۶)

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے ، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۰۳)

"دفتر کی اور بات ہے۔ باہر بندہ کوئی لغو و مہمل بات برداشت نہیں کر سکتا۔ "لیلیٰ بھی ہم سفر ہو تو مہمل نہ کر قبول!"(زر گذشت، ص۱۰۳، ۱۰۴)

تُو رہ نوردِ شوق ہے ، منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۵۸۶)

"اِس تاریخی شکار کے بعد مُساوات سی ہو گئی۔ نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز۔"
(زر گذشت، ص۱۱۸)

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۱۹۳)

"پیسہ کیسے جُڑتا ہے۔ روپیہ اپنے آپ کو کس طرح ضرب دیتا ہے۔ زر خدانہ سہی، لیکن کتنا "غالب و کار آفرین، کارِ کشاد و کار ساز" ہے۔"(زر گذشت، ص۲۱۴)

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں ، کار کُشا کار ساز (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۴۲۴)

"اس وقت دراصل "نظارے کو یہ جنبشِ مژگاں بھی بار ہے" والا شعر پڑھنا چاہتا تھا۔"(آبِ گم، ص۲۳۳)

نظارے کو یہ جنبشِ مژگاں بھی بار ہے
نرگس کی آنکھ سے تجھے دیکھا کرے کوئی (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۱۲۸)

"تاہم یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اِس میدان میں بھی، مرے کام کچھ نہ آیا یہ کمالِ نَے نوازی۔"(شامِ شعر یاراں، ص۸۶)

وہی میری کم نصیبی، وہی تیری بے نیازی
مرے کام کچھ نہ آیا یہ کمالِ نَے نوازی (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۵۴)

"اس کا علاج صرف پُر امن اور بروقت تبدیلی ہے۔ ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں۔ فقط ناخن کاٹنے یا اکھاڑ دینے سے خارش نہیں مٹتی۔"(شامِ شعر یاراں، ص۱۱۰)

سکُوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیّر کو ہے زمانے میں (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۱۷۳)

"السر کی سوزشِ شبانہ میں افاقہ ہوتا ہے تو خود کو اپنے اضطراری حقِ دشنام اور خود مُداوات (self-medication) سے محروم نہ رکھو۔ کہ یہی ہے اُمتوں کے مرضِ کہن کا چارہ۔"(شامِ شعر یاراں، ص۲۸۸)

دلِ مردہ دل نہیں ہے، اِسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے اُمتوں کے مرضِ کہن کا چارہ (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۵۴۹)

اس ضمن میں یہ بات بہت اہم ہے کہ یوسفی دورانِ تحلیل شعری تراکیب میں بھی تحریف و تصرّف سے کام لیتے ہیں، تاکہ مزاح کی نمو دوچند ہو جائے۔ ذرا دیکھیے:

"مزا تو جب تھا کہ
پیشہ بھی ڈھونڈ، سود کا سودا بھی چھوڑ دے"(زرگزشت، ص۳۹)

تقلید کی روِش سے تو بہتر ہے خودکشی
رستہ بھی ڈھونڈ، خضر کا سودا بھی چھوڑ دے (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۱۳۳)

"اِس کا خندۂ دنداں نما ابھی خام اور فن ہنوز ناپختہ ہے۔ روک ہونٹوں پہ اِسے اور ذرا تھام ابھی۔"(شامِ شعر یاراں، ص۳۶)

نالہ ہے بُلبُلِ شوریدہ ترا خام ابھی
اپنے سینے میں اسے اور ذرا تھام ابھی		(کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۳۱۰)

"اُن کی زبان پر کبھی کوئی غیر ثقہ فقرہ یا کثیفہ نہیں آیا، جو دراصل مڈل ایجڈ لہو کو گرم رکھنے کا مجلسی بہانہ ہوتا ہے۔" (شامِ شعر یاراں، ص ۱۹۷)

جھپٹنا ، پلٹنا ، پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ		(کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۴۹۵)

"امراء اور روٗسا زندگی میں ذاتی ٹانگیں صرف بیت الخلا تک جانے یا" آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ فرار" تو میدان جنگ سے بگ ٹُٹ بھاگنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔" (شامِ شعر یاراں، ص ۲۴۲)

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز
قبلہ رُو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز		(کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۱۹۳)

"بوند 'گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر۔" میں نے مدد کے لیے علامہ کو پکارا!" (شامِ شعر یاراں، ص ۲۸۰)

رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر		(کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۱۹۴)

یوسفی کے ذہن و خیال پر فکرِ اقبال اِس قدر حاوی دکھائی دیتی ہے کہ وہ اقبال کے معروف کلام کے ساتھ ساتھ اُن کے متروک کلام (۱۳) ،یعنی "باقیاتِ شعر اقبال" میں درج کلام سے بھی استفادہ کرنے سے نہیں چوکتے۔

"ہمارا عرقِ انفعال ابھی پوری طرح خشک نہیں ہوا تھا۔" (زرگذشت، ص ۲۵۴)

"اب ذاتی ذہانت، جُودتِ طبع اور جدت طرازی کی بجائے بزرگوں کی دعاؤں، دوسروں کے گاڑھے پسینے اور اپنے عرقِ انفعال کے زور پر چرخ چوں کرتی چل رہی تھی۔" (شامِ شعر یاراں، ص ۱۱۸)

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے میرے عرقِ انفعال کے		(۱۴)

علاوہ ازیں یوسفی نے اقبال کے شعری مجموعہ ہائے کلام کے آغاز میں درج دیگر شعرا کے اشعار کو بھی اِسی ذیل میں رکھتے ہوئے اپنی نثر کی جاذبیت و ادبیت کے رنگوں کو چوکھا کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ مثال کے طور پر "بالِ جبریل" کے سرورق پر بھرتری ہری کے اِس شعر کو دیکھیے:

"سے ہم نے پتّھر ہوتے دیکھا ہے۔ اور پھر اس پتّھر کو ہیرا بنتے دیکھا ہے۔ جس سے ہر چیز کٹ جاتی ہے، جسے کوئی چیز نہیں کاٹ سکتی۔" (زر گذشت، ص۱۴۵)

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۳۴۴)

مزید یہ کہ یوسفی نے اقبال کے فارسی اشعار کو اپنی نثر میں پرو کر طنزیہ و مزاحیہ ادب کی روایت کو وقار بخشا ہے۔ اِس حوالے سے غور طلب بات یہ ہے کہ یوسفی نے ایسے فارسی اشعار کو اپنی نثر میں پیوست کیا ہے، جو ضرب المثل کا درجہ رکھتے ہیں۔

چنگ را گیرید از دستم کہ کار از دست رفت　　(آبِ گم، ص۲۰)
نغمہ ام خوں گشت و از رگہاے ساز آید بروں! (۱۵)
تراشیدم، پرستیدم، شکستم　　(آبِ گم، ص۷۶)
ولیکن سرگذشتم ایں دو حرف است
تراشیدم، پرستیدم، شکستم (۱۶)

"منہ سے طبلہ بجاتا تو سارنگی اور پائل کی آواز نکلتی۔ از کجامی آید ایں آوازِ دوست۔ ذرا آنکھ بند کرتا تو بالکل سامنے آ کھڑی ہوتی"۔ (زر گذشت، ص۸۱)

خشک مغز و خشک تار و خشک پوست
از کجا می آید ایں آوازِ دوست　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۴۶۲)

"کسی شاعر ہی نے کہا ہے کہ "اے بسا شاعر کہ بعد از مرگ زاد" مطلب یہ کہ بہت سے شاعر ایسے ہوتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی وہ زندہ رہتے ہیں۔" (آبِ گم، ص۱۲۴)

اے بسا شاعر کہ بعد از مرگ زاد
چشمِ خود بربست و چشمِ ما کشاد (۱۷)

یوسفی نے جہاں بر محل اشعار کے ذریعے اپنی نثر کی تزئین و آرائش کا کام لیا ہے، وہاں کہیں کہیں سہواً غلط اشعار کے اندراج کی وجہ سے اُن کی نثر کو زک بھی پہنچی ہے، لیکن ایسا بہت کم ہوا ہے۔ ذرا دیکھیے:

گرچہ چھوٹی ہے ذات بکری کی
دل کو بھاتی ہے بات بکری کی　　(خاکم بدہن، ص۴۷)

اِس شعر میں یوسفی نے لفظ "یوں تو" کے بجائے "گرچہ"، جب کہ لفظ "لگتی" کے بجائے "بھاتی" کا لفظ استعمال کیا ہے، جو اصل متن سے مطابقت نہیں رکھتا۔ زیرِ بحث شعر کا درست متن کچھ اِس طرح ہے:

یوں تو چھوٹی ہے ذات بکری کی
دل کو لگتی ہے بات بکری کی　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۶۴)

کہ دیکھیں جن کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ　　(خاکم بدہن، ص۹۷)

یوسفی نے اصل متن سے انحراف کرتے ہوئے لفظ "جو" کی جگہ لفظ "کہ" لکھا ہے، جس سے شعر کے معنی و مطالب میں تو کوئی خاص فرق نہیں پڑتا، لیکن متن کی صحت ضرور مجروح ہوتی ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں اُن کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۲۰۷)

ساز میں ہے رواں صاحبِ ساز کا لہو　　(شامِ شعرِ یاراں، ص۱۲۶)

اِس مصرعے میں یوسفی نے "ہے رگِ ساز میں رواں" کے بجائے "ساز میں ہے رواں" لکھا ہے، جس کی وجہ سے شعر کا لفظی و معنوی حُسن داغ دار ہو گیا ہے اور یوں بھی شعر کے الفاظ کی دروبست کے منتشر و بے مقام ہونے سے پورے شعر کا ظاہری و باطنی حُسن مسخ ہو کر رہ گیا ہے۔ اِس شعر کے دوسرے مصرعے کو اقبال نے کچھ اِس انداز میں لکھا ہے:

خُونِ دل و جگر سے ہے میری نَوا کی پرورش
ہے رگِ ساز میں رواں صاحبِ ساز کا لہو　　(کلیاتِ اقبال اُردو، ص۴۴۰)

آسماں اُس کی لحد پر شبنم افشانی کرے　　(شامِ شعرِ یاراں، ص۲۷۰)

یوسفی نے اِس شعر میں اصل متن کو نظر انداز کرتے ہوئے لفظ ''تیری'' کی جگہ لفظ ''اُس'' کا استعمال کیا ہے، جس سے شعر کی معنوی سطح پر تو کچھ زیادہ فرق نہیں پڑتا، لیکن اِس سے متن کی صحت پر حرف ضرور آتا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نَورُستہ اس گھر کی نگہبانی کرے (کلیاتِ اقبال اُردو، ص۲۶۶)

"مرد کی ایک پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ چوں مرگ آید تبسم برلبِ اوست۔" (زرگذشت، ص۲۱۳)

اِس شعر میں یوسفی نے لفظ ''چو'' کے بجائے ''چوں'' کا لفظ استعمال کیا ہے، جو بہ ہر حال اصل متن سے مطابقت و موافقت نہیں رکھتا۔ ذرا دیکھیے:

نشانِ مردِ حق دیگر چہ گویم
چو مرگ آید تبسّم برلبِ اوست (۱۸)

یوسفی کے فکر و فن پر اقبال کے اثرات کا مجموعی طور پر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ فکری و نظریاتی سطح پر یوسفی نے اقبال کے فلسفہ و حکمت سے گہرے اثرات قبول کیے ہیں، جن کی مختلف جہات یوسفی کے اُسلوب میں بہ آسانی محسوس کی جا سکتی ہیں۔ پہلی سطح پر یوسفی نے اقبال کے زبان زدِ عام اشعار اپنی نثر میں اِس مہارت سے ٹانکے ہیں کہ قاری انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ دوسری سطح پر یوسفی نے معروف مصرعہ ہائے اقبال اپنی تحریر میں کچھ اِس ڈھب سے چُست کیے ہیں کہ بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ تیسرے درجے پر یوسفی نے اقبال کے مقبولِ عام اشعار کی تحریف کرتے ہوئے اپنی نثر میں تفکّر و تفنّن کو باہم آمیخت کرنے کی سعی کی ہے۔ اِس ضمن میں قابلِ غور امر یہ ہے کہ یوسفی نے اقبال کے اشعار میں تحریف و تصرّف کرتے ہوئے کہیں بھی کسی شعر یا مصرعے کو وزن سے خارج نہیں ہونے دیا۔ یہ بات بھی دل چسپی سے خالی نہیں کہ نہ صرف تحریف شدہ شعر یا مصرعے یوسفی کی صنّاعی کے طفیل سنجیدگی کا خول توڑ کر کشتِ زعفران کی صورت میں ڈھل گئے ہیں، بل کہ اب وہ اقبال کے ساتھ ساتھ یوسفی کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں۔ (تعجب نہیں کہ بعض سادہ لوح افراد اُن تحریف گزیدہ اشعار اور مصرعوں کو یوسفی کی ہی مِلک سمجھتے ہوں۔) چوتھے مرحلے پر یوسفی نے اقبال کی بعض شعری تراکیب کو اپنی نثر میں پھینٹ کر طنز و مزاح کو وہ مہمیز لگائی ہے کہ مزاح کے رنگ قوسِ قزح کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ واضح رہے کہ اِس ضمن میں یوسفی نے نہ صرف اقبال کے فارسی کلام کو اپنی نثر میں کمال مستعدی اور ہُنر مندی سے پرویا ہے، بل

کہ اقبال کے متروک کلام سے بھی اپنی نثر کو سیراب کرنے سے دریغ نہیں کیا۔اِس بات کی وضاحت بھی اِس موقع پر انتہائی ناگزیر ہے کہ یوسفی نے کلامِ اقبال کو اپنی نثر کا جزوِلازم بناتے ہوئے اِس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ صحتِ متن کو کسی طور بھی خراش نہ آئے۔بلاشبہ اِس جہد میں یوسفی غالب حد تک کام یاب دکھائی دیتے ہیں، تاہم خال خال متنِ شعر کے ضمن میں اُن سے ہلکی پھلکی فروگذاشت بھی ہوئی ہے، لیکن مجموعی طور پر تحلیلِ شعر کے ضمن میں یوسفی نے اپنے اُسلوب کو کلامِ اقبال سے مزین کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔راست یہی ہے کہ یوسفی کو صاحبِ اُسلوب بنانے میں کلامِ اقبال کا بڑا ہاتھ ہے۔

## حوالہ جات


۱۔ رئیسہ پروین، بیسویں صدی کی اُردو نظم پر اقبال کے اثرات، دہلی: کتابی دنیا،۲۰۰۹ء، ص۴۱۷

۲۔ بی بی رضا خاتون، ڈاکٹر، اُردو طنز و مزاح کا یُوسفِ لاثانی مشتاق احمد یوسفی، جہلم: بُک کارنر،۲۰۱۸ء، ص۴۱

۳۔ تکرار کے نقص سے بچنے کے لیے آئندہ مشتاق احمد یوسفی کی متعلقہ کتاب کے صفحہ نمبر پیش کیے گئے اشعار کے سامنے ہی درج کیے جائیں گے، جب کہ مذکورہ کتاب کا مکمل حوالہ ذیل میں پیش ہے: مشتاق احمد یوسفی، شامِ شعرِ یاراں، لاہور: جہانگیر بکس، س۔ن، ص۶۷

۴۔ تکرار کے نقص سے بچنے کے لیے آئندہ مشتاق احمد یوسفی کی متعلقہ کتاب کے صفحہ نمبر پیش کیے گئے اشعار کے سامنے ہی درج کیے جائیں گے، جب کہ مذکورہ کتاب کا مکمل حوالہ ذیل میں پیش ہے: مشتاق احمد یوسفی، چراغ تلے، کراچی: مکتبۂ دانیال،۲۰۱۶ء، ص۷۷

۵۔ تکرار کے نقص سے بچنے کے لیے آئندہ مشتاق احمد یوسفی کی متعلقہ کتاب کے صفحہ نمبر پیش کیے گئے اشعار کے سامنے ہی درج کیے جائیں گے، جب کہ مذکورہ کتاب کا مکمل حوالہ ذیل میں پیش ہے: مشتاق احمد یوسفی، خاکم بدہن، کراچی: مکتبۂ دانیال،۱۹۹۷ء، ص۳۲

۶۔ تکرار کے نقص سے بچنے کے لیے آئندہ مشتاق احمد یوسفی کی متعلقہ کتاب کے صفحہ نمبر پیش کیے گئے اشعار کے سامنے ہی درج کیے جائیں گے، جب کہ مذکورہ کتاب کا مکمل حوالہ ذیل میں پیش ہے: مشتاق احمد یوسفی، آبِ گم، لاہور: جہانگیر بکس، س۔ن، ص۷۷

۷۔ اشفاق احمد ورک، ڈاکٹر، اُردو نثر میں طنز و مزاح، لاہور: بیت الحکمت، ۲۰۱۴ء، ص۵۵۸

۸۔ مضطر، ڈاکٹر آفتاب، "یوسفیانہ تضامینی مضامین"، مشمولہ اجرا کراچی (یوسفی نمبر)، کتابی سلسلہ: ۲۷، ص۱۱۲

۹۔ ایضاً، ص۱۱۷

۱۰۔ تکرار کے نقص سے بچنے کے لیے آئندہ "کلیاتِ اقبال" کے صفحہ نمبر پیش کیے گئے اشعار کے سامنے ہی درج کیے جائیں گے، جب کہ "کلیاتِ اقبال" کا مکمل حوالہ ذیل میں پیش ہے: اقبال، علامہ محمد، کلیاتِ اقبال اُردو، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۷ء، ص۲۳۰

۱۱۔ تکرار کے نقص سے بچنے کے لیے آئندہ مشتاق احمد یوسفی کی متعلقہ کتاب کے صفحہ نمبر پیش کیے گئے اشعار کے سامنے ہی درج کیے جائیں گے، جب کہ مذکورہ کتاب کا مکمل حوالہ ذیل میں پیش ہے: مشتاق احمد یوسفی، زرگذشت، لاہور: جہانگیر بکس، س۔ن، ص۶۷

۱۲۔ اِس مصرعے کو یوسفی نے بعینہٖ اِسی مضمون میں صفحہ نمبر ۲۵۵ پر بہ تکرار بیان کیا ہے۔

۱۳۔ علامہ اقبال نے اپنے شعری مجموعے ترتیب دیتے ہوئے شعوری سطح پر اپنا اچھا خاصا شعری مواد ترک کر دیا تھا، جس میں زیرِ بحث شعر بھی شامل تھا، جو اقبال کی بہ طورِ شاعر اوّلین شناخت بننے والے اشعار میں شامل تھا، لیکن حیرانی کا امر یہ ہے کہ اقبال نے اِس شعر کو اپنے متداول کلام میں نہ جانے کیوں شامل نہ کیا۔

۱۴۔ اقبال، علامہ محمد، کلیاتِ باقیاتِ شعرِ اقبال (متروک اُردو کلام)، مرتب: ڈاکٹر صابر کلوروی، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۵ء، ص۲۴۴

۱۵۔ اقبال، علامہ محمد، زبورِ عجم، لاہور: شیخ مبارک علی، ۱۹۲۷ء، ص ۱۰۳
۱۶۔ اقبال، علامہ محمد، پیامِ مشرق، لاہور: شیخ مبارک علی، ۱۹۲۳ء، ص ۶۳
۱۷۔ اقبال، علامہ محمد، اسرارِ خودی، لاہور: یونین سٹیم پریس، ۱۹۱۵ء، ص ۹
۱۸۔ اقبال، علامہ محمد، ارمغانِ حجاز، لاہور: شیخ مبارک علی، ۱۹۳۸ء، ص ۱۶۵